

۵۷

المذبح

قادیان ۲۶ ماہ شہادت - حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایڈہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق آج دس بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ منظر پر کھنڈر کو تاحال آپس کی شکایت ہے۔ اجاب دہائے صحت فرمائیں۔

کل ۱۲ بجے کی گاڑی سے حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی بھیریت دہلی سے تشریف لائے آئی ہیں۔ آپ کے ہمراہ خان محمد احمد خاں صاحب محرمیم صاحبہ و پسران تشریف لائے۔ حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔ فاکھ رشہ حضرت رزاشریف صاحب کو ابھی تک بخار ہو جاتا ہے۔ اجاب کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایڈہ اللہ تعالیٰ نے جناب قاضی محمد عبداللہ صاحب کو بطور قائم مقام ناظر شہادت مقرر فرمایا ہے۔

خطبہ نمبر ۱۳
 قادیان
 یوم پنجشنبہ

جلد ۳۲ | ۲۶ ماہ شہادت ۱۳۲۳ھ | ۳ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ | ۲۷ اپریل ۱۹۴۴ء | نمبر ۹۷

خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام جماعت احمدیہ کے نام

روز جمعہ اور قریبے اور رہے

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایڈہ اللہ بنصرہ العزیز
 فرمودہ ۱۴ ماہ شہادت ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۴۴ء
 (مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی قائل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ کے انبیاء
 جب کبھی دنیا میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ
 قیامت کا وجود بھی وابستہ ہوتا ہے۔ اسی
 لئے جب بھی کوئی نبی دنیا میں آیا۔ اس
 نے اپنے بعد
 ایک قیامت کی بھی خبر
 دی ہے۔ ایک قیامت تو اس کے ذریعہ
 یہ ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسکی جماعت
 کو ترقی دیتا۔ اسے دنیا میں غلبہ عطا کرتا۔
 اور اسے نئے سرے سے زندگی بخشتا ہے
 اور ایک قیامت اس کے ذریعہ یہ ظاہر ہوتی
 ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کو تباہ و
 برباد کر دیتا ہے۔ گویا ایک طرف اگر اس
 کے ذریعہ دنیا میں حشر برپا ہو جاتا ہے۔

تو دوسری طرف ہلاکت کا عذاب دنیا کے
 ایک حصہ پر وارد ہو جاتا ہے۔ اور قیامت
 بھی دو ہی طرح ہوگی۔ ایک حشر کے ذریعہ
 اور ایک ہلاکت کے ذریعہ۔ قیامت اسی
 کا نام ہے۔ کہ ایک زمانہ میں سب لوگ
 مرجائیں گے۔ اور قیامت اسی کا نام ہے
 کہ ایک زمانہ میں سب لوگ زندہ ہو جائیں گے
 پس
 قیامت کے دو حصے
 ہیں۔ ایک لوگوں کا مرجانا اور ایک لوگوں
 کا زندہ ہو جانا۔ جب کبھی دنیا میں اللہ تعالیٰ
 کا کوئی نبی آیا ہے۔ یہ دونوں باتیں ظاہر
 ہوتی ہیں۔ اس کے ذریعہ لوگ مرج بھی گئے
 ہیں۔ اور اس کے ذریعہ قوم زندہ بھی ہوئی
 ہے۔ جو لوگ اس کے دشمن تھے وہ بحیثیت

قوم تباہ کر دئے گئے۔ اور جو لوگ اس کے
 ساتھی تھے۔ وہ بحیثیت قوم ترقی پا گئے۔
 اور یوں بھی
 نبیوں کے خصیت ہونے پر ایک قیامت
 دنیا میں آجاتی ہے۔ اتنا عظیم الشان انسان
 بس کا کام خدا تعالیٰ سے خبریں پانا۔
 اپنی جماعت کو تسلی دینا۔ اس کے لئے
 دن رات دعائیں کرنا اور ہدایت اور رشد
 کے سامان اس کے لئے جیسا کرنا ہو۔ اس
 کا دنیا سے اٹھ جانا کوئی معمولی بات
 نہیں ہوتی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی بعثت کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ
 نے خبر دی۔ کہ قیامت آنے والی ہے
 مگر انہوں نے کہ لوگ قیامت کے اس مفہوم
 کو نہیں سمجھتے۔ اور یہ کہنا شروع کر دیتے
 ہیں۔ کہ اس نبی کے کچھ عرصہ بعد دنیا کے
 تمام لوگ یکدم مرجائیں گے۔ اور ان
 پر قیامت آجائے گی۔ مگر جب کچھ عرصہ
 گذر جاتا ہے اور لوگ نہیں مرتے۔ تو
 باوجود اس کے کہ بے وقوفی ان کی اپنی ہوتی
 ہے۔ کہ قیامت کے انہوں نے وہ معنی
 سمجھے ہوتے ہیں۔ جو حقیقت میں نہیں
 ہوتے۔ وہ اس طرف مائل ہونا شروع
 ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ بات ہی غلط ہے۔
 کہ قیامت آنے والی ہے۔ حالانکہ جو معنی
 انہوں نے سمجھے ہوتے ہیں۔ وہی غلط
 ہوتے ہیں۔ اور
 قرب قیامت کے معنی
 یہ ہوتے ہی نہیں۔ کہ وہ قیامت آنے
 والی ہے۔ جس میں تمام دنیا فنا کر دی جائیگی

اس قیامت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم
 میں صاف طور پر فرماتا ہے۔ کہ وہ ہمارے
 ہی علم میں ہے۔ کہ کب آئے گی۔ کسی اور
 کو اس کا علم نہیں۔ پس
 نبی کی بعثت
 کے ساتھ جو قیامت وابستہ ہوتی ہے۔
 وہ وہی قسم کی قیامت ہوتی ہے۔
 جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ یعنی
 اس کے دشمنوں کی عام تباہی اس کے
 دوستوں کی عام ترقی اور پھر
 نبی کی وفات
 کے ساتھ جو تنگہ واقعہ ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک
 بہت بڑی قیامت ہوتی ہے۔ آخر انسان
 کے لئے قیاس کا سامان موجود ہے۔
 لوگوں کے باپ مرتے ہیں۔ لوگوں کی ماںیں
 مرتی ہیں۔ لوگوں کی بیویاں مرتی ہیں۔
 لوگوں کے بچے بیکہ اکلوتے بچے مرتے ہیں۔
 لوگوں کے بھائی مرتے ہیں۔ اور وہ جانتے
 ہیں۔ کہ ان کے لئے اپنے ان عزیزوں کی
 وفات کس قدر حد سے کاموجب ہوتی ہے۔
 پھر وہ یہ خیال کر لیں۔ کہ جو شخص ساری دنیا
 کا باپ تھا۔ جو ساری دنیا کی ماں تھی۔ جو
 ساری دنیا کی پرورش کرنے والا تھا۔
 اس کی موت کتنا
 عظیم الشان حادثہ
 نہ ہو گا۔ اس کی موت کے ساتھ ہزاروں
 نہیں لاکھوں سیم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ سچی
 بات تو یہ ہے۔ کہ اس کی موت کے ساتھ
 ساری دنیا سیم ہو جاتی ہے۔ فرق صرف
 یہ ہے۔ کہ کچھ لوگوں کو اپنے سیم کا احساس

ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے تم کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ شخص جس کا کوئی بچہ گم ہو جائے۔ اگر اس کا وہی گشدرہ بچہ کسی دوسرے وقت اسی شہر میں آجائے جس میں اس کا باپ رہتا ہو۔ اور وہ کوئی پیشہ اختیار کرنے لگا۔ مگر اسے پتہ نہ ہو۔ کہ میرا باپ بھی اسی شہر میں رہتا ہے۔ تو جس دن اس کا باپ مرے گا اس دن جس طرح اس کے دوسرے بیٹوں پر قیامت آئے گی۔ اسی طرح اس پر بھی قیامت آجائے گی۔ مگر اسے پتہ نہیں ہوگا۔ کہ مجھ پر قیامت آئی ہوئی ہے۔ اسی طرح

انبیاء کی وفات ساری دنیا کے لئے قیامت ہوتی ہے

مگر فرق یہ ہوتا ہے۔ کہ کچھ بچوں نے اپنے باپ کو پہچان لیا ہوتا ہے۔ اور کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے باپ کو پہچانا نہیں ہوتا۔ مثلاً جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

ہوئی۔ تو آپ کی وفات ویسی ہی قیامت تھی صحابہ کے لئے جیسے وہ قیامت تھی یہودیوں کے لئے۔ جیسے وہ قیامت تھی مسلمانوں کے لئے۔ جیسے وہ قیامت تھی زرتشتیوں کے لئے۔ جیسے وہ قیامت تھی جینیوں اور بدھوں کے لئے۔ کیونکہ جو نور آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے وہ

ساری دنیا کے لئے

تھا۔ وہ نور عیسائیوں کے لئے بھی تھا۔ وہ نور یہودیوں کے لئے بھی تھا۔ وہ نور زرتشتیوں کے لئے بھی تھا۔ وہ نور جینیوں کے لئے بھی تھا۔ وہ نور بدھوں کے لئے بھی تھا۔ اور روحانی طور پر آپ ہر قوم کے باپ تھے۔ مگر فرق یہ تھا۔ کہ صحابہ نے اپنے باپ کو پہچان لیا تھا۔ لیکن انہوں نے نہ پہچانا تھا۔ پس قیامت تو دونوں پر آئی۔ لیکن

اس کا اندازہ

احساس کی وجہ سے صرف صحابہ کو ہوا۔ دوسروں کو نہ ہوا۔ اور

نقصان سب کو یکساں برداشت کرنا پڑا۔ غرض جب ایک شخص کی موت اس کے رشتہ داروں میں کھرام مچا دیتی ہے۔ تو انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ شخص

جس سے ساری غول داہتہ ہو جس سے ساری نیکی وابستہ ہو۔ جس سے ساری ہدایت داہتہ ہو۔ اس کی موت کس قسم کی آفت اور مصیبت نہ ہوگی۔

کیا ہی لطیف پیرایہ میں اس حقیقت کو ہندوستان کے

ایک مشہور شاعر

نے بیان کیا ہے۔ غالب کی بیوی کا ایک بھتیجا یا بھانجہ تھا۔ جسے اس نے بچپن سے پالا ہوا تھا۔ جب وہ مرا۔ تو غالب نے اس کی وفات پر کہا ہے

مرنے ہوئے کہتے ہیں قیامت کو نہیں گئے کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اڑے یعنی میرا وہ عزیز جس کو میں نے بچہ کی طرح پالا ہوا تھا۔ جب فوت ہوئے لگا۔ تو مرے ہوئے کہنے لگا۔ لو اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ اب قیامت کو ہی آپس میں ملاقات ہوگی۔ غالب اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے

کیا خوب قیامت کلبے گویا کوئی دن اڑے کیا اس کے سوا کوئی اور بھی قیامت آنے والی ہے۔ جب تم مر گئے۔ تو قیامت تو تمہارے مرنے سے ہم پر آگئی۔ تو جس گھر میں کوئی فوت ہوتی ہے۔ اس گھر کے رہنے والے سمجھتے ہیں۔ کہ ان پر قیامت آگئی۔ پھر اگر کوئی ایسا آدمی فوت ہو جس کا

سب دنیا کے ساتھ تعلق

ہو۔ اور جو تمام عزیزوں اور رشتہ داروں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہو۔ تو تم خود ہی سمجھ لو۔ کہ اس کی موت کیسی عظیم قیامت ہوگی۔

صحابہ کو دیکھ لو وہ کتنی

زیرک اور سمجھ دار قوم

تھی۔ کتنی شرک کے خلاف تعلیم اسے دی گئی تھی۔ اور کس قدر توحید کا سبق اسے بار بار دیا گیا تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر سوائے

چند کس کے سب نے شیور مچا دیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آسمان پر گئے ہیں۔ اور وہاں سے زندہ واپس آئیں گے۔ یہ ایک قیامت تھی جو ان پر آئی۔ اور اتنی بڑی قیامت تھی۔ کہ جو شخص انہیں ساری عمر سمجھا تا رہا۔ کہ میں دیسا ہی انسان ہوں جیسے تم ہو۔ جو ساری عمر انہیں

شرک کے خلاف تعلیم دیتا رہا۔ جو ساری عمر انہیں بتاتا رہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا مبودھتھی سمجھو۔ اس کی وفات کا انہیں اتنا شدید صدمہ ہوا۔ کہ ان کے دماغ پھر گئے۔ اور انہوں نے وہی کچھ کہنا شروع کر دیا۔ جس سے انہیں روکا گیا تھا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

دنیا کے لئے ایک قیامت

تھی۔ اور بہت بڑی قیامت۔ صحابہ کو غلطی لگی۔ اور شدید غلطی لگی۔ مگر وہ آدمی نیک تھے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور اس مجلس میں گئے۔ جہاں صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لئے کھڑے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ جو شخص کہے گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ میں تلوار سے اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ انسان

اس قیامت کا اندازہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاموں کو دیکھ کر آسانی لگتا تھا۔ جو عمر وہ شخص جس کی خوبیوں کو دنیا کی تمام قوموں اور مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے وہ شدید ترین دشمن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگاتا اور آپ پر گستاخانہ اپنے لئے فخر کا موجب سمجھتے ہیں۔ وہ بھی جس وقت ابو بکر اور عمر

کا ذکر آتا ہے۔ یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ لوگ غیر معمولی وجود تھے۔ ان کی خوبیوں کا اعتراف کرنے سے اسلام کے شدید ترین دشمن یعنی عیسائی اور یہودی بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور انہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کا درجہ غیر معمولی تھا۔ پس وہ غیر معمولی انسان جس کی دشمنوں نے بھی تعریف کی ہے۔ جس

کی ان لوگوں نے بھی تعریف کی ہے۔ جو اس کے آگے دشمن تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر شدت غم سے

اس کی حالت ایسی ہو گئی۔ جو ایک آدمی اسے اذیت مقلد والے بچہ کی بھی نہیں ہوتی۔ بچے بھی جب ان کا باپ فوت ہو سمجھ جاتے ہیں۔ کہ ان کا باپ فوت ہو گیا۔ بچے بھی جب ان کی ماں فوت ہو سمجھ جاتے ہیں۔ کہ ان کی ماں فوت ہو گئی۔ مگر عمر بنی باہمت انسان جس نے ساری دنیا چند آدمیوں کے ساتھ فتح کر لی تھی۔ تلوار سے کہ مسجد میں گھومتا پھر تا تھا۔ کہ اگر کسی نے یہ کہا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ بھلا کسی کی گردن کاٹنے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح زندہ ہو سکتے تھے۔ مگر انہیں صدمہ اتنا شدید ہوا تھا۔ کہ وہ یہ سنا بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ وہ سوچتے تھے۔ کہ اپنے آپ کو اس بات کے ناقابل پاتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پر یقین لائیں۔ میں سمجھتا ہوں بہتوں کے دل اس وقت مانتے تھے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ مگر شدت محبت کی وجہ سے وہ اس کا خیال بھی اپنے دل میں لانا اپنے

موت اور ہلاکت

سمجھتے تھے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی وہاں گئے آپ کی نعش کو انہوں نے دیکھا۔ اور پھر واپس آ گئے۔ اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اسے لوگو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ پر

دوموتوں

دارد نہیں کرے گا۔ یعنی ایک تو یہ موت جو آپ پر آئی۔ اور دوسری یہ موت کہ تم چاہتے ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس دنیا میں آئیں۔ اور پھر فوت ہوں۔ یا ممکن ہے آپ کا منشا یہ ہو۔ کہ تم اس آفت جو کچھ کہہ رہے ہو۔ یہ

۹۵۵

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء اور آپ کا تعلیم کے خلاف ہے۔ وہ موت نہیں آپ پر وارد ہو چکی وہ اصل موت نہیں وہ تو جسم سے روح نکل کر اپنے آقا و محبوب کے پاس چل گئی ہے۔ اصل موت یہ ہے کہ وہ بات جس کو روکنے کے لئے آپ نے ساری عمر خرچ کر دی۔ وہی آپ کے وفات پاتے ہی پھر پیدا ہو جائے۔ اور پھر ساری قوم شرک میں مبتلا ہو جائے۔ یہ موت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ آپ پر بھی وارد نہیں کرے گا۔ اس طرح یہ الفاظ کہہ کر انہوں نے بتا دیا کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ تو ہم تلوار سے اسے گردن اڑا دیں گے۔ یہ محض ایک دھوکہ اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اور تمہارا یہ جوش عارضی اور وقتی ہے درنہ تم یمن اور موحد ہو۔ اور خدا اور رسول کے عاشق ہو۔ جب میں تمہیں سچی تعلیم بتاؤں گا تو اس وقت تم اپنے ان تمام خیالات کو چھوڑ دو گے۔ اور اس تعلیم کو اختیار کر دے جو صحیح اور حقیقی ہے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابو بکر نے جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں رحمت وارد نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب تھا کہ آپ کی موت آپ کی جہان طوری بھی وفات پا جائیں اور روحانی طور پر بھی آپ کی قوم پر موت وارد ہو جائے۔ پھر آپ منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا من کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قدامت ومن منکر یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ اے لوگو تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ نہ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اسے سمجھ لینا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں ایمان تھا۔ صرف ایک قیامت تھی۔ جو ان پر آئی۔ اور انہوں نے ایک ایسی خبر اپنے کانوں سے سنی جس کا اندازہ انہوں نے اپنے ذہن میں بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ اور اس قیامت خیز حادثہ نے وقتی طور پر ان کے حواس کو مفلک کر دیا

تھا۔ اس لئے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر انہوں نے سنی۔ تو فوراً ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب میں نے ابو بکر کی بات سنی۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ اور یا تو میں تلوار سے اسے اس نیت سے اڑاؤں کہ ساتھ کھڑا تھا۔ کہ اگر کسی شخص کے موہنے سے یہ بات نکل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئی ہے۔ تو میں اسے گردن اڑا دوں گا۔ اور یا مجھ پر جب عداقت کھل گئی۔ تو میں کھڑا بھی نہ رہ سکا۔ میرے گھٹنے کا پگڑے گئے۔ اور میں زمین پر گر گیا۔

حضرت حسان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درباری تھے انہوں نے اس وقت کا یہ عجیب نقشہ کھینچا۔ اور اس درد کا اظہار کیا ہے جو اس وقت ان لوگوں کے دلوں میں تھا۔ جب حقیقت کھل گئی۔ تو حضرت حسان کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا

کنت المسواد لناظری
فعمی علی الناظر
اے محمد رسول اللہ تم تو میری آنکھوں کی سی تھے۔ فعمی علی الناظر اے محمد رسول اللہ تم نہیں فوت ہوئے میں اندھا ہو گیا۔

من شاء بعدک فلیک
فعلیک کنت احاذر
اب یا رب ان اللہ کون مرے باپ مرے مال مرے بہن مرے بھائی مرے۔ بیوی مرے بچہ مرے۔ رشتہ دار میں۔ دوست مرے کوئی پروا نہیں

فعلیک کنت احاذر
میں تو تیری ہی موت سے ڈرتا تھا۔ یہ ہر شخص کے دل سے نکلا ہوا شعر تھا کہ حسان نے کہا۔

ہر صحابی کے دل کی کیفیت یہی تھی۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ آج ہم اندھے ہو گئے۔ آج ہماری عزیز ترین چیز ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ چنانچہ تاریخوں میں آتا ہے۔ اس دن تمام بازاروں میں ہر صحابی یہی شعر پڑھتا تھا۔ انسان دیتا تھا۔ ہر صدمے سے گراؤ اس شعر کی آواز سنائی

دی تھی۔ صحابہ بازاروں میں سے گزرتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ان کی زبان پر یہ شعر جاری تھے کہ کنت المسواد لناظری فعمی علی الناظر من شاء بعدک فلیک فعلیک کنت احاذر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت صحابہ کے دل میں جو کچھ تھی اس کا تو ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ مجھے بعض دفعہ ہنس آتی ہے کہ ہماری جماعت کے بعض مخلص نوجوان مجھے چھیلا رکھتے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ جب ہم مرجائیں۔ تو ہمارا جنازہ آپ پر ٹھہریں۔ مجھے اس وقت خیال آتا ہے کہ دیکھو ان کی عمر اس وقت ۲۰-۲۵ سال کی ہے۔ اور میں ان سے بڑی عمر کا ہوں۔ مگر یہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں ان کا جنازہ پڑھوں۔ گویا وہ اپنے دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سارے مرتے چلے جائیں گے۔ مگر یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پس اس میں کون مشابہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کا خیال ہی ان کے دلوں میں نہیں آسکتا تھا۔ ان میں سے ہر شخص خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا جوان ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت یہ سمجھتا تھا کہ ہم ان کے ہاتھوں میں ہی مرینگے۔ اور یہ خود ہمارا جنازہ پڑھائیں گے۔ مگر جب وہ زندہ رہ گئے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ تو ایک قیامت ان پر آگئی۔ پس یہ بھی ایک قیامت تھی۔ اور

بہت بڑی قیامت اگر لوگ سمجھ لیتے کہ قیامت یہی نہیں کہ دنیا کے تمام لوگ اٹھیں۔ بلکہ کسی اور چیز کا نام بھی قیامت ہے۔ تو وہ قیامت کا دن آنے سے پیشتر زیادہ سے زیادہ روحانی فیضان اور برکات حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے۔ آخر ہر انسان نے ایک دن مرنا ہے۔ پھر اگر کسی دن تمام لوگ اٹھیں۔ تو یہ کونسی بڑی آفت ہے جب سب لوگ مرتے چلے آئے۔ اور مرتے چلے آئے۔ تو اگر کسی دن اٹھیں سب لوگ۔ تو اسے ہرگز کوئی بڑی آفت قرار نہیں دیا جاتا۔ آفت یہی ہے کہ وہ زندہ رہیں۔ مگر ان کو

روحانی زندگی بخشنے والا چلا جائے۔ وہ جسے عرف عام میں قیامت کہا جاتا ہے۔ اسے بھی ہم مانتے ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ جس خدا نے یہ دنیا پیدا کی ہے۔ وہ اسے ایک دن ختم بھی کرے گا۔ لیکن وہ قیامت کوئی صدمہ والی چیز نہیں۔ صدمہ تب ہو۔ جب کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جو رانی ہو۔ مگر جب ہر انسان مرتا چلا آیا۔ اور مرتا چلا جائیگا۔ تو اگر کسی دن تمام انسان اٹھیں۔ مگر جانیں تو اس میں کونسی بڑی بات ہو جائے گی۔ یہ قیامت تو میرے نزدیک ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی ایک شخص بھی اس وقت بیچ رہتا۔ تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ اسکے لئے بڑے صدمہ کی بات ہوگی۔ کہ اور تو سب لوگ مرجائیں گے۔ اور وہ زندہ رہے گا۔ مگر جب سارے ہی مرجائیں گے۔ تو اس میں دکھ کی کونسی بات ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اس میں بہت بڑا سکھ ہے۔ اب خاندن مرتے ہیں۔ تو ان کی عورتیں بیوہ رہ جاتی ہیں۔ بیویاں مرتی ہیں۔ تو ان کے خاندن رندوے رہ جاتے ہیں۔ بھائی مرتا ہے۔ تو دوسرے بھائی صدمہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ان کا ایک بھائی جاتا رہا۔ بچے مرتے ہیں۔ تو ماں باپ کو صدمہ ہوتا ہے۔ ماں باپ مرتے ہیں۔ تو بچے یتیم رہ جاتے ہیں۔ غرض ہزاروں دکھ اور مصیبتیں وارد ہو جاتی ہیں۔ مگر اس وقت کیسا آرام ہوگا۔ کہ سب لوگ یکدم مرجائیں گے۔ اور وہ اٹھانے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔

پس اصل قیامت یہی ہے۔ کہ مرنے والے مرجاتے ہیں۔ مگر ان کے عزیز اور رشتہ داروں میں سے جو لوگ رہ جاتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں رہتا۔ کوئی ان کا مونس اور غم خوار نہیں رہتا۔ ماں باپ مرتے ہیں۔ تو بچے رہ جاتے ہیں۔ بچہ یتیموں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور درپردہ جھکے کھانے پھر سکتے ہیں۔ خاندن مرجاتے ہیں تو ان کی عورتیں ایسی حالت میں رہ جاتی ہیں

کہ ان کی دلاری کرنے والا کوئی نہیں ہوتا
خاوند رہ جاتے ہیں۔ اور ان کی محبت
کرنے والی بیویاں ان سے رخصت ہو جاتی
ہیں۔ ماں باپ رہ جلتے ہیں۔ مگر ان کے
دلوں کی ٹھنڈک اور ان کے ساتھ کھیلنے
والے بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ بھائی رہ
جاتا ہے مگر اس کا دوسرا بھائی جو اس
کے لئے بازو کی حیثیت رکھتا ہے فوت
ہو جاتا۔ اور اس کا بازو کٹ جاتا ہے۔
دوست رہ جاتے ہیں۔ مگر ایسی حالت میں
جبکہ ان کا مونس و غمگسار دوست فوت
ہو چکا ہوتا ہے۔ پس یہ ایک قیامت
ہے۔ جو لوگوں پر آتی ہے۔ مگر وہ بھی کیا
قیامت ہے جب سب لوگ اکٹھے مر
جائیں گے۔ اس کے آنے پر بھلا کسی کو
کیا غم ہو سکتا ہے۔

تو درحقیقت بڑی قیامت وہ ہوتی ہے
جب خدا کا نبی کسی قوم میں گزر جاتا ہے۔
جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگا
تو یہ ایک بڑی قیامت تھی۔ جو دنیا پر
آئی۔ پھر درجہ بدرجہ امت محمدیہ میں اور
لوگوں کے مرنے پر کئی مختلف اوقات میں
قیامت آتی رہی۔ اگر مسلمان یہ سمجھتے۔ کہ
قرآن کریم میں جس قیامت کا ذکر آتا ہے
اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت بھی
مراد ہو سکتی ہے۔ تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی موت سے پہلے اس کے بد اثرات
سے بچنے کا کوشش کرتے۔ انہوں نے بعد
میں بہت کوششیں کیں۔ کہ وہ اس کے بد
اثرات سے محفوظ رہیں۔ لیکن انہیں پورا
فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا۔
جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی
میں یہ قیامت ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی
پھر اگر مسلمان سمجھتے کہ

حضرت عمرؓ کی شہادت
جی مسلمانوں کے لئے ایک قیامت ہے۔ تو
شاید وہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے
سامان جیسا نہ ہونے دیتے۔ اور اپنی تمام
کوشش اور اپنی تمام جدوجہد ان سامانوں
کے خلاف صرف کر دیتے۔ جو حضرت عمرؓ
کی شہادت کا موجب ہوئے۔ پھر اگر
صحابہؓ سمجھتے کہ
حضرت عثمانؓ کی شہادت

بھی ایک قیامت ہے۔ جو درحقیقت حضرت
عمرؓ کی شہادت کے نتیجے میں واقع ہوئی۔
تو وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا موقع نہ
آنے دیتے۔ اگر مسلمان سمجھتے کہ حضرت عثمانؓ
کی موت کے بعد مسلمانوں میں ایسا تفرقہ
پیدا ہو جائے گا۔ جو کبھی ملت نہیں کے گا۔
تو میں سمجھتا ہوں۔ وہ اپنے خون کا آخری
قطرہ تک اس غرض کے لئے بہا دیتے۔

کہ یہ حادثہ رونما نہ ہو۔ پھر
حضرت علیؓ کے وقت
اگر مسلمان یہ سمجھتے۔ کہ اگر ہم علیؓ کو ماریں گے
تو ہم علیؓ کو نہیں۔ بلکہ اسلام کو ماریں گے
اگر علیؓ رض دنیا سے اٹھ گیا۔ تو وہی گندھا
بادشاہت دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ جو
بنی نوع انسان کے لئے جہلک ہے۔ اسی
طرح مسلمان اگر سمجھتے۔ کہ ہم علیؓ کو نہیں مار
رہے۔ بلکہ ہم اپنی اراکوں کو ہلاک کر رہے
ہیں۔ ہم اپنی عورتوں کی شہمت درہی کے
سامان جیسا کر رہے ہیں۔ ہم ظالم بادشاہوں
کو موقع دے رہے ہیں۔ کہ وہ ہمیں اپنی
جانداروں کے بے دخل کر دیں۔ ہم مالداروں
کو دولت دے رہے ہیں۔ کہ وہ آئیں۔ اور
ہمارے گھروں کو لوٹ لے جائیں۔ ہم
اسلامی حکومت کو اجاڑنے اور اسے تباہ و
برباد کرنے کے سامان جمع کر رہے ہیں۔
ہم دنیا میں ایک یزید پیدا کر رہے ہیں۔
تو میں سمجھتا ہوں۔ ایک ایک مسلمان حضرت
علیؓ کے ارد گرد کٹ کر مر جاتا۔ مگر وہ
قاتل کا ہاتھ آپ تک نہ پہنچے دیتا۔ مگر
وہ اس خیال میں ہی بیٹھے رہے۔ کہ قیامت
تو وہی ہے جو یکدم سب پر آئے گی۔ اور
نظام عالم کو تہ و بالا کر کے رکھ دے گی۔
کسی انسان کی موت خواہ وہ کتنا بڑا
ہو۔ قیامت نہیں ہو سکتی۔ اگر غالب نے
جو بات اپنے خون کی حالت میں سمجھ لی
تھی وہ مسلمان بھی سمجھ لیتے کہ
کیا خوب قیامت ہے لو یا کوئی دن اور

تو وہ
کبھی دولت اور رسوائی کا سکار
نہ ہوتے۔ مگر انہوں نے اس حیثیت کو نہ سمجھا
پھر جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ نتیجہ یہ
ہوا۔ کہ مسلمانوں پر قیامتیں آئیں۔ اور
بڑی بڑی آئیں۔ مگر جو کچھ انہوں نے قیامت

کی اور تعبیر کی ہوئی تھی۔ اس لئے ان کی
اولادوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ
قیامت کوئی چیز نہیں۔ اگر قیامت نے
آنا ہوتا۔ تو کیا اب تک آن چکی ہوتی۔
اس طرح وہ بے ایمان اور بے دین ہو
گئے۔ کیونکہ ان کے باپ و دادا نے قیامت
کی اور تعبیر کی تھی۔ اور خدا اور اس کے
رسول نے اور تعبیر کی تھی۔ انہوں نے
یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ دیکھو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔
کہ اذا والساعة کھاتین۔ میں
اور قیامت آپس میں اس طرح ملے جیسے
ہیں۔ جس طرح میری دو انگلیاں آپس
میں ملی ہوئی ہیں۔ مگر قیامت ہے کہ
ابھی تک آنے میں نہیں آتی۔ حالانکہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم
یہ تھا۔ کہ میں اور قیامت آپس میں بالکل
ملے ہوئے ہیں۔ میں مروں گا۔ تو میرے
مرنے کے ساتھ ہی تمہاری قیامت شروع
ہو جائے گی۔ پس جو کچھ مجھ سے حاصل
کرنا ہے۔ میری زندگی میں ہی حاصل کر لو۔
ورنہ جس دن میں مرا۔ اسی دن تم پر قیامت
آ جائے گی۔ اور پھر تم ان برکات کو حاصل
نہیں کر سکو گے جس طرح اللہ تعالیٰ
قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ قیامت کے
دن بعض لوگ خواہش کریں گے کہ کاش
انہیں پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے۔ تاکہ
وہ نیک اعمال بجا لائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ
فرمائے گا۔ کلا ایسا ہو گا۔ نہیں
ہو سکتا۔ قیامت آنے کے بعد کسی کو واپس
لوٹایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح آپ نے
فرمایا جب میں مروں گا۔ تو تمہارے دلوں
میں جوش پیدا ہو گا۔ کہ کاش میں پھر
اس دنیا میں واپس آ جاؤں۔ کاش میں
پھر حکم دوں۔ اور تم اپنی جائیں میرے
حکم پر قربان کر دو۔ میں پھر تمہیں مالی
قربانی کی تحریک کروں۔ اور تم میرے
حکم پر اپنے مالوں کو قربان کر دو۔ اسی
وقت تمہارے دلوں میں جوش پیدا ہو گا
تمہارے دلوں میں حسرت پیدا ہو گی۔ کہ
کاش ہم فلاں قربانی میں حصہ لے سکتے
کاش ہم فلاں حکم کی تعمیل کر سکتے۔ مگر

اس وقت ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا
اگر فائدہ اٹھانا چاہتے ہو
تو اس کی صورت یہی ہے۔ کہ اس قیامت
کے آنے سے پہلے پہلے فائدہ حاصل کر لو۔
غرض آپ نے بتا دیا۔ کہ میری موت
تمہارے لئے قیامت ہوگی۔ اور میری موت
کے آنے کے ساتھ ہی تم پر قیامت آ جائیگی۔
مگر سننے والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی اس بات کو نہ سمجھا۔ اور وہ اسی
قیامت کی اہمیت سمجھتے رہے۔ جب
سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت
یکدم مر جائیں گے۔ حالانکہ وہ قیامت کوئی
تکلیف دہ چیز نہیں۔ بلکہ ایک راحت اور
آرام کی چیز ہے۔ کیونکہ اب جو فکر ہوتا ہے۔
کہ فلاں مر گیا۔ تو کیا ہو گا۔ یہ فکر اس
وقت نہیں ہوگا۔ اب مرنے والا کتنا ہے۔
کہ جب میں مر گیا۔ تو چھیلوں کا کیا حال
ہوگا۔ اور پچھلے کمرے ہوتے ہیں۔ کہ
اب ہمارا کیا بنے گا۔ یہ دکھ اور تکلیف
جو انفرادی اموات سے لوگوں کو ہوتی
ہے۔ اسے اگر قیامت کہا جائے۔ تو بالکل
ٹھیک اور درست ہے۔ اسی طرح رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جو قیامت
دنیا پر آئی۔ یا حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ
اور حضرت علیؓ کی شہادت سے لوگوں
پر قیامت آئی۔ اسے جس قدر بڑھا کر
سمجھ لو۔ درست ہے۔ اس کے مقابلہ میں
وہ قیامت جیسے لوگ

عرف عام میں قیامت
کہتے ہیں۔ اور جبکہ سب لوگ مر جائیں گے قطعاً
کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اگر یہ سمجھو کہ اس
قیامت کا ایک تکلیف دہ پہلو
یہ ہے۔ کہ اس وقت کچھ لوگ دوزخ میں داخل
کئے جائیں گے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ اب
جو لوگ مرتے ہیں۔ کیا ان میں سے کچھ لوگ
دوزخ میں نہیں جاتے۔ پھر اس میں اور
اس میں فرق کیا ہوا۔ اب بھی لوگ
مرتے ہیں۔ اور اس دن بھی لوگ مر
جائیں گے۔ فرق صرف یہ ہو گا۔ کہ اب
ایک ایک کر کے لوگ مرتے ہیں۔ اور اس
دن سب لوگ اکٹھے مر جائیں گے۔ پس
یہ قیامت ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں جس
سے ڈر اور خوف محسوس کیا جائے۔

اصل قیامت

جس کے لئے لوگوں کو تیار رہنا چاہیے۔ وہ وہی قیامت ہے۔ جب نبی فوت ہو جاتا ہے یا جب کسی نبی کی جماعت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق ترقی ترقی کرے۔ اور اس کے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں۔ وہ وقت ایک قیامت کا وقت ہوتا ہے۔ اور وہی ایک قیامت ہے۔ جس کے لئے تیار اور بہت بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔ اگر نبی کی جماعت دنیا میں ترقی کر جائے۔ اس کے دشمنوں کی بربادی کا وقت قریب آ پہنچے۔ لیکن جماعت لوگوں کو سنبھالنے کی قوت اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ تو پھر خود ہی سمجھ لو کہ اس صورت میں کتنی بڑی قیامت دنیا پر آجاتی ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ

قیامت کے ایک معنی

جماعت کی ترقی اور نبی کے دشمنوں کی تباہی بھی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر دشمنوں پر تباہی آجائے۔ اگر ان کی ہلاکت اور بربادی کا وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے قریب آ پہنچے۔ اور جماعت غالب آجائے۔ لیکن لوگوں کو سنبھالنے والا کوئی نہ ہو۔ تو یہ جماعت کے لئے کتنی بڑی ذلت اور شرمندگی کی بات ہوگی۔ کہ خدا نے دشمن کی عمارت کو تہ و بالا کر دیا۔ خدا نے اس کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ خدا نے اس کے بلند و بالا محلات کو تہس نہس کر دیا۔ اور خدا نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا کہ آؤ اور اب اس متاع کو سنبھال لو۔ آؤ اور اب دشمن کی جائدادوں پر قبضہ کر لو۔ مگر جماعت کے لوگ ہیں کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم ان جائدادوں کو کس طرح سنبھالیں۔ ہم میں تو ان کے سنبھالنے کی طاقت ہی نہیں۔ یہ وہ قیامت ہے۔ جس کے لئے

تیاری کی ضرورت

ہے۔ یہ وہ قیامت ہے۔ جس کے آنے سے پہلے پہلے ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کا کام ہے کہ وہ اس کے لئے ہمت تیار ہو جائے۔ روزِ دوسری قیامت کے لئے کسی خاص تیاری کی ضرورت نہیں۔ جو تیاری انسان اپنی عورت کے لئے کرتا ہے۔ اس سے ایک پیشہ کے پرکے برابر بھی زیادہ تیاری کی ضرورت اس قیامت کے لئے نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک اس کے لئے اس سے

بھی کچھ کم تیاری کی ہی ضرورت ہے۔ کیونکہ مرتے وقت تو انسان کو یہ بھی خیال آجاتا ہے کہ میری اس قدر جائداد ہے۔ اسے کون لے جائے گا۔ مگر قیامت کو یہ تمام جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ اور سب لوگ اٹھے مرنے والے ہوں گے۔ پس اصل قیامت وہ نہیں جسے عرب عام میں قیامت کہا جاتا ہے۔ بلکہ

اصل قیامت یہ ہے

کہ جب نبی دنیا سے گزر جائے یا نبی کی جماعت کے مطابق دشمن کو تباہ کر دیا جائے تو جماعت اس وقت حیران و پریشان کھڑی ہو۔ اور وہ کہے کہ اب کیا کیا جائے۔ اب ان آئیوالے لوگوں کو سنبھالنے والا ہم میں کوئی نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں مگر قابل آدمیوں کی کمی

کی وجہ سے بہت سے انتظامات اور حکومت کے شعبے ان لوگوں کے سپرد کرنے پڑے جو اسلام کی تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہؓ میں ہزاروں لوگ قابل تھے۔ ہزاروں لوگ اسلام کی تعلیم کو سمجھتے تھے۔ ہزاروں لوگ قرآن کریم کو جانتے تھے اور وہ سب کے سب مختلف کاموں پر مقرر کر دیئے گئے مگر پھر بھی بعض جگہیں رہ گئیں اور وہ ایسے لوگوں کو دینی پڑیں۔ جو اس کام کے اہل نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کو سخت ضعف پہنچا۔ اور مسلمان تباہ ہو گئے۔

پس یہ ایک قیامت تھی اور بہت بڑی قیامت مگر افسوس کہ لوگوں نے اس کے لئے پوری تیاری نہ کی۔ اب

ہمارا زمانہ

آیا ہے۔ اس زمانہ میں خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جماعت کی ترقی کے متعلق بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ اور ہم یقین ہے کہ وہ اپنی سنت کے مطابق ایک دن اپنے ان وعدوں کو ضرور پورا کرے گا۔ وہ دن آنے والا ہے۔ جب جماعت کے لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دشمن یہ کہہ رہے ہوں گے کہ کہاں گئے تمہاری

ترقی اور کامیابی کے وعدے

مگر آسمان پر خدا کے فرشتے دنیا کو بدلنے کے لئے تیار کھڑے ہوں گے۔ وہ بات کو یہ کہہ کر سوئیں گے۔ کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جب صبح اٹھیں گے۔ تو کفر کی دیواریں ٹوٹی ہوئی ہوں گی۔ اور اس کی بنیادیں فرشتوں کے ہاتھوں سے گرانی جا چکی ہوں گی۔ شام کو کافر کہیں گے۔ کہ کہاں گئے وہ وعدے جو تمہاری ترقیات کے متعلق کئے گئے تھے۔ اور جب صبح ہوگی۔ تو ان کی لاشیں کتے گھسیٹ رہے ہوں گے۔ لیکن ہمیں اس دن کے آنے کی

کیا خوشی ہو سکتی ہے

جب ان حالات کو سنبھالنے کی ہم اپنے اندر قابلیت نہیں پاتے۔ جب ہماری تیاری ابھی بہت پیچھے ہے۔ اور جب ہم میں سے بہتوں نے ابھی اپنے مقام کی اہمیت کو بھی پورے طور پر نہیں سمجھا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض دفعہ گورنمنٹ جب کوئی نیا عہدہ نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ ولایت کا پاس شدہ اس عہدہ پر مقرر کیا جائے گا۔ تو کسی اراک یا پ گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں۔ کہ ابھی تو ہمارے بیٹے کے آنے میں چھ ماہ باقی ہیں۔ اور عہدہ اب نکل آیا ہے ہمارا بیٹا اگر ولایت سے جلدی داپس نہ آیا۔ تو یہ عہدہ کوئی اور لے جائے گا۔ یہی ہماری حالت ہے۔

ابھی ہم نے وہ امتحان پاس ہی نہیں کیا

جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے نئے نظام کی تکمیل کا کام ہمارے سپرد کیا جائیگا۔ ابھی ہماری جماعت میں بہت بڑی جہالت اور بہت بڑی نادانی پائی جاتی ہے۔ قادیان کے لوگ تو پھر بھی دین کی باتیں اکثر سنتے رہتے ہیں۔ لیکن باہر کے لوگوں میں سے بہت سے تو

بدو کے بدو

ہیں۔ انہیں کچھ پتہ نہیں۔ کہ اسلام ان کے کیا تقاضا کرتا ہے۔ احمذیت ان سے کیا چاہتی ہے۔ خدا اور اس کا رسول انہیں کس راستہ پر لے جانا چاہتے ہیں۔ صرف چند موٹے

موٹے مسائل ان کو معلوم ہیں۔ اس سے زیادہ ان کو کچھ پتہ نہیں۔ اسلامی مسائل کی باریکچیاں احکام الہی کی حکمتیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کی خوبیاں۔ اسلام کی تمدنی۔ سیاسی اور اقتصادی تعلیمیں احمدیت اور اسلام روشن مستقبل۔ حکومت اور نظام سے تعلق رکھنے والی اسلامی تعلیم کی تفصیلات اور اس کی خوبیاں۔ عبادات اور روحانیت میں ترقی کرنے کے اصول۔ بندوں اور خدا کے آپس میں تعلقات۔ دنیا کی پیدائش کی حکمتیں یہ ساری باتیں ایسی ہیں۔ جو ابھی ان کو معلوم نہیں۔ اور جن کے سیکھنے اور معلوم کرنے کی تڑپ ابھی بعض لوگوں کے اندر نظر نہیں آتی۔ فرض کر دو کل ہی وہ دن آجاتا ہے۔ جب دشمن کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ جب کفر کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک ہی ہاتھ مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ جب خدا اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہے کہ جاؤ اور ان لوگوں کی

حکومت کو سنبھال لو

تو ہم کہاں سنبھال سکیں گے۔ اور جب ہم اس کو سنبھالنے کی اپنے اندر طاقت نہیں پائیں گے۔ تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ اسے کوئی اور قوم لے جائے گی۔ انگریز جب افریقہ میں گئے تو افریقہ قبائل چونکہ چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور زمینیں ان کے پاس بڑی کثرت کے ساتھ تھیں۔ جن کی وہ کاشت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انگریز ان سے کہتے کہ جتنی زمین میں تم آسانی سے ہل چلا سکتے ہو۔ اتنی زمین اپنے پاس رکھ لو۔ باقی زمین ہمیں اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے بیکار ہے۔ چنانچہ تھوڑی تھوڑی زمین ان لوگوں نے لے لی۔ اور باقی سب زمین پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ اب دنیا کالونی ہے۔ بعض انگریزوں کے پاس ایک ایک لاکھ ایکڑ زمین موجود ہے۔ حالانکہ اس زمین کے مالک مالک افریقہ کے حبشی قبائل تھے۔

سمجھے تھے۔ جو میں نے ابھی بیان کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس الہام کا ایک اور مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی اپنی ذات میں کوئی خوشگن نہیں۔ یعنی اس الہام کا ایک یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہر شخص جو تم میں سے اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے کوشش کر رہا ہے۔ اس کی یہ کوشش اتنی محفوظی اور اس قدر کم ہے کہ اس کی اس کوشش اور جدوجہد کے مقابلہ میں اس کی زندگی کے جس قدر ایام ہیں۔ ان میں ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ گویا تم میں سے ہر شخص جو کوشش آج

اسلام اور احمدیت کے غلبہ کیلئے

کر رہا ہے۔ اگر مرتے دم تک وہ اسی رنگ میں کوشش اور جدوجہد کرتا رہے اور اپنا قدم تیز نہ کرے۔ تو یہ کوششیں اس قدر کم ہیں کہ تمہارا یہ خیال کرنا کہ ان کوششوں کے نتیجہ میں تم اسلام کا غلبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو گے، یہ ناممکن ہے۔ اگر تمہاری کوشش اور جدوجہد کی یہ رفتار رہی۔ تو تم اپنی زندگی میں یوم جزا کو نہیں دیکھ سکو گے۔ یہ معنی اگر لے جائیں تو یہ بھی کوئی خوش کن معنی نہیں۔ مگر جو معنی اس وقت میں نے سمجھے وہ یہی تھے کہ

روز جزا قریب ہے

کامطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم سے اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق جو وعدے فرمائے ہیں۔ ان کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔

آسمان پر فرشتوں کی فوجیں
اس دن کو لانے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ مگر جو کوشش تم کر رہے ہو۔ وہ بہت ہی حقیر اور بہت ہی ادنیٰ اور معمولی ہے۔ جب ہم نے اپنے فضل کا دروازہ کھول دیا۔ جب آسمان سے فرشتوں کی فوجیں زمین میں تغیر پیدا کرنے کے لئے نازل ہو گئیں۔

جب کفر کی بربادی کا وقت آپہنچا۔ جب اسلام کے غلبہ کی گھڑی قریب

آئی۔ تو اس وقت تم اگر پوری طرح تیار نہیں ہو گے۔ تم نے اپنے اندر کامل تغیر پیدا نہیں کیا ہوگا۔ تم نے اپنی اصلاح کی طرف پوری توجہ نہیں کی ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم اس دن سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جاؤ گے۔ اور

اسلام کی دائمی ترقی

میں روک بن جاؤ گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ جس پانی کو سنبھالا نہ جائے وہ بجائے فائدہ پہنچانے کے لوگوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ جس دودھ کو محفوظ نہ رکھا جائے۔ وہ پھٹ جاتا ہے۔ وہی پانی فائدہ پہنچاتا ہے۔ جس کو سنبھالا جائے۔ اور وہی دودھ انسان کو طاقت بخشتا ہے۔ جس کو پھٹنے سے محفوظ رکھا جائے۔

پھٹا ہوا دودھ

کس کام آسکتا ہے۔ گرا ہوا سالن کون استعمال کرتا ہے۔ کتے کے آگے پڑی ہوئی روٹی کون کھا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم نے اس دودھ کو محفوظ نہ رکھا۔ جو خدا نے ہمارے لئے نازل کیا ہے۔ اگر ہم نے اس کھانے کی حفاظت نہ کی۔ جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ اگر ہم نے اس پانی کو نہ سنبھالا۔ جو خدا نے آسمان سے اتارا ہے۔ تو یہ پانی اور یہ دودھ اور یہ کھانا ہمارے لئے ایک طعنہ کا موجب بن جائیگا۔ کیونکہ ہمیں چیز تو ملی۔ مگر ہم نے اس کی قدر نہ کی۔ پس میں آج پھر خدا تعالیٰ کے اس پیغام کو جماعت تک پہنچاتا ہوں۔ پہلے میری طرف سے ہی گھبراہٹ تھی اور میں جماعت کو بار بار کہتا تھا کہ جلد جلد بڑھو۔ جلد جلد اپنا قدم آگے کی طرف بڑھاؤ۔ مگر اب خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ گھبراہٹ دینے والا پیغام آگیا ہے۔ کہ

روز جزا قریب اور رہے

جزا کا دن بہت قریب ہے۔ مگر تمہاری راہ بہت بعید ہے۔ اب چاہیے اس کے یہ معنی سمجھ لو کہ ہر شخص کی موت کا دن اس سے زیادہ قریب

ہے۔ جتنا قریب اس کے اعمال کے نتیجہ میں اسلام کی فتح آسکتی ہے۔ اگر وہ اسی جہاں پر چلتے رہے تو ان کا یہ خیال کرنا کہ اسلام کی فتح کا دن ان کی آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ ناممکن ہے۔ رفتار بہت مست ہے۔ کوششیں بہت محدود ہیں۔ مگر زندگی کے ایام محفوظ رہے ہیں۔ اور اگر چاہو۔ تو اس الہام کے یہ معنی سمجھ لو کہ میں نے تم سے

اسلام کی ترقی اور احمدیت کا غلبہ

کے متعلق جس قدر وعدے کئے تھے۔ ان تمام وعدوں کو پورا کر نیکی سامان میں مہیا کر چکا ہوں۔ وہ وعدے اب عنقریب ظہور پذیر ہونے والے ہیں مگر اسے مومنو! اگر قریب ترین عرصہ میں تم نے اس آئے والے دن کیلئے کوئی تیاری نہ کی۔ تو تم ان نعمتوں کو سنبھال نہیں سکو گے۔ نعمتیں تو آئیں گی۔ مگر بجائے اس کے کہ تم ان پر قابض رہو۔ وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ وہ زمین پر بکھر جائیں گی۔ وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گی۔ پھر خدا ایک نیا نظام قائم کرے گا۔ اور اس نئے نظام کے ذریعہ اپنی ان نعمتوں کو دوبارہ واپس لانے کے سامان مہیا کرے گا۔ کیونکہ جو نعمتیں ایک دفعہ کسی قوم کے ہاتھ سے نکل جاتیں۔ وہی قوم ان نعمتوں کو دوبارہ کبھی حاصل نہیں کر سکتی

دنیا کی تاریخ میں

یہ کہیں ہی نظر نہیں آتا۔ کہ ایک قوم کے ہاتھ سے جب کوئی نعمت نکل گئی ہو۔ تو پھر وہی قوم اس نعمت کو سمیٹ سکی ہو۔ اس وقت بحیثیت قوم ان نعمتوں کو سمیٹا نہیں جاسکتا۔ ہاں افراد ایک ایک دانہ چھنتے اور استعمال کرتے رہتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی امت محمدیہ میں بعض بڑے بڑے بزرگ ہوئے۔ مثلاً حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی۔ حضرت معین الدین صاحب چشتی۔ حضرت سید احمد صاحب

سہروردی۔ حضرت ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی۔ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی۔ اور اسی طرح اور ہزاروں ایسا امت محمدیہ میں ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی روحانی عمارتوں سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ مگر ان کی مثال ایسی ہی تھی۔ جیسے مرغازین پر سے ایک ایک دانہ چن کر کھاتا ہے۔ انہوں نے بھی نعمتوں کے ایک ایک دانے زمین سے چھنے، اور استعمال کئے۔ مگر سونے سے بھری ہوئی کانیں۔ موتیوں سے بھرے ہوئے سمندر۔ اور لعل و جواہرات اور ہیروں کے انبار ان کے زمانہ میں نہ رہے۔ انہوں نے جس قدر انعامات حاصل کئے۔

انفرادی انعامات

تھے۔ قومی انعامات نہیں تھے۔ لیکن انبیا کے زمانہ میں تمام قوم کو انعامات میں سے حصہ دیا جاتا ہے۔ پس اگر یہ معنی اس الہام کے ہیں۔ تو یہ بھی تکلیف دہ ہیں۔ دنیا تے بڑا انتظار کیا، ایک ایسی ہدایت کا، جو اسے نور سے بھر دے۔ دنیا نے بڑا انتظار کیا، اس جنگ کا، جو شیطان کو ہمیشہ کے لئے آخری شکست دے دے۔ لیکن اگر اس جنگ میں شیطان کو فرشتے شکست بھی دے دیں، اور مومن آگے نہ بڑھیں۔ تو

شیطان پھر واپس لوٹ آئیگا

اور پھر اسلام کے قلعہ پر قبضہ کر لے گا۔ اسی قلعہ میں دشمن واپس نہیں آیا کرتا۔ جس کے متعلق وہ جانتا ہو۔ کہ اس میں غنیمت کی فوجیں جمع ہیں۔ لیکن اگر فرشتوں نے

شیطان کا قلعہ

سہر کر لیا۔ اور مومن آگے نہ بڑھے۔ تو ہزاروں سال کی پیشگوئیاں، اور وہ ایک ایسی لڑائی جو شیطان کے

رضی گئی تھی راہیں چلی جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ پیگمبیاں کلی طور پر یوں ہی نہیں چلی جاتیں۔ مگر جب کوشش اور جدوجہد کا پہلا کمزور ہو تو اس کے نتائج ضرور تلخ و تیرب۔

پس میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ دیکھو، سستہ دور کا ہے۔ وقت تنگ ہے۔ تمہاری کوششیں نامکمل ہیں اور نتیجہ کا دن نزدیک آ رہا ہے۔ تم ملکہ جلد اپنے قدم بڑھاؤ۔ اور ہر میدان میں اسلام کے جانناڑ سپاہی بننے کی کوشش کرو۔ اگر تم میں سے ہر شخص اسلام کی فتح کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ

نکھ مبادیتا ہے۔ اگر تم میں سے ہر شخص اپنے ہم کا ذرہ ذرہ اسلام کی سنج کے لئے اس طرح اڑا دیتا ہے۔ جس طرح روتی دھونکنے والا۔ روتی کے ذرات کو گواہیں اڑاتا ہے۔ تو تمہاری اس زیادہ خوش قسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی تمہارا فرض ہے کہ تم یا ہر محل حبیب اور جو لوگ ہماری جماعت میں سے جاہل ہیں ان کو عبود کرو کہ وہ اسلام کی تعلیم کو سیکھیں اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کریں۔ اسی طرح

جماعت کے افراد کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے پاس ہزاروں ایسے لوگ ہوں جو دین کو پوری طرح سیکھے ہوئے ہوں۔ تاکہ جب بھی کوئی ملک اسلام کے لئے فتح ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں نیک تغیر پیدا کرے تو ہمارے پاس اس

ملک کو سنبھالنے والی جماعت بھی موجود ہو۔ اور ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ ملک اسلام کے لئے فتح ہو گیا۔ مگر جماعت اس کی سنبھالنے کے لئے تیار نظر نہیں آتی۔ ہمارے پاس وہ آغا موجود ہونے چاہئیں جن کو اس ملک میں پھیلا جاسکے ہمارے پاس وہ لاکھ موجود ہوں تاکہ چاہئے جو اس ملک میں شائع کیا

جاسکے۔ ہمارے پاس وہ کتابیں موجود ہونی چاہئیں جو اس ملک کے کونے کونے میں پھیلائی جاسکیں۔ ہمارے پاس وہ بیہ موجود ہونا چاہئے۔ جس سے مبلغین کے سفر خرچہ اور دیگر اخراجات کا انتظام کیا جاسکے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ اسلام کی جاہلیوں ہماری اپنی جائیدادوں سے لاکھوں۔ بلکہ کروڑوں گنا زیادہ ہوں۔ اور

ہماری مالی قریا نیاں اسلام کے فتنہ کو اس قدر مضبوط کر دیں کہ جب کسی ملک میں اسلامی لشکر بھجوانے کی ضرورت محسوس ہو جب سپاہیوں کے لئے روحانی گولہ بارود کی ضرورت ہو جب لوگوں کی پیاس بجھانے کے لئے لٹریچر فراہم کرنا ضروری ہو تو ہمارے پاس اشد سامان موجود ہو کہ ہمیں تم کے فکر اور نیکو کہ ہمارے سپاہیوں کو کسی قسم کی تشویش ہو۔ اسلام کی ان تمام ضروریات کو پورا کر سکیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو

انگریزی یا دنیوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ بجائے

اس کے کہ وہ تعلیم انہیں اسلام اور ایمان سے بے بہرہ کرنے والی ہو۔ وہ ان کے دلوں میں اسلام کی صداقت پر زیادہ سے زیادہ یقین اور وثوق پیدا کرنے والی ہو۔ بجائے اس کے کہ آئینہ ماہیں اسلام پر کفر کو غالب قرار دے سکے سائیس کفر کو کھا جانے والی اور اسلام کو غالب و برتر ثابت کرنے والی ہو۔ اور اس کی توہینوں کا منہ اسلام کے قاتل کی بجائے کفر کی طرف ہو۔ اور اس کے گولے کفر کی دیواروں کو گرا رہے ہوں اسی طرح ہمیں اپنی

مترقی اصلاح کی طرف ابھی بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے ابھی تک خاندانوں کے بیویوں سے اچھے تعلقات نہیں۔ بیویوں کے خاندانوں سے اچھے تعلقات نہیں۔ اولاد اپنے ماں باپ سے اچھے تعلقات نہیں رکھتی اور ماں باپ اولاد کے حقوق کو نگہداشت نہیں کرتے۔ دوستوں کے دوستوں سے اور ہمسایوں کے ہمسایوں سے اچھے

تعلقات نہیں۔ دکانڈار گاہکوں سے اچھی طرح پیش نہیں آتے۔ بیکہ تاجروں کا خیال نہیں رکھتے۔ قرض لینے والے قرض واپس کرنے کا خیال نہیں کرتے اور قرض دینے والے مفروض کی مجبوریوں کا خیال نہیں رکھتے استاد شاگردوں سے اچھی طرح پیش نہیں آتے۔ اور شاگرد استادوں کا احترام نہیں کرتے۔ غرض ہمیں مترقی اصلاح کی ابھی بہت بڑی ضرورت ہے۔ جب تک ہماری مترقی اصلاح نہیں ہوگی اس وقت تک مثال صاف نہیں ہوگی اور جب تک دل فتنہ نہیں ہوگی ایمان پیدا نہیں ہوگا۔ اور جب تک ایمان پیدا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں ہوگی

پس بہت بڑا کام ہے جو ہم نے سر انجام دینا ہے۔ بلکہ اتنے بڑے کام ہونے کے ہیں کہ اگر ہم ان کو گنتے لگیں تو شمار میں ہی نہ لگیں یہ کام جب ہم نے کر لئے تو یوم الجزا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائیکا۔ جب کفر کو تباہ کر دیا جائے گا اور اسلام کو غالب کر دیا جائے گا۔

پہلے لوگوں سے یہ غلطی ہوتی

کہ انہیں جب قیامت کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کی حقیقت کو نہ سمجھا اور قیامت آنے سے پہلے اس کے لئے کوئی تیاری نہ کی۔ اب ہماری جماعت کے لئے خود کا مقام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض نادان اب بھی قیامت کی حقیقت کو نہ سمجھیں اور اس کی تیاری سے غافل رہیں میں جس قیامت کی خبر دے رہا ہوں۔ وہ ہمیشہ دنیا میں آتی رہی اور آتی رہے گی۔ مگر لوگوں نے نہ سمجھا اور قیامت دیکھنے کے باوجود انہوں نے یہی کہا کہ قیامت ابھی تک نہیں آئی۔ کاش ہم لوگ اس زمانہ میں ہی

قیامت کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کے بد نتائج سے بچنے اور اس کے مہلک نتائج سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اسی میں اسلام کی ترقی اور اسی میں احمدیت کا غلبہ ہے۔

بعض دوستوں نے خطبہ کے بعد مجھے پوچھا کہ اس الہام کا اس الہام کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ دیر آواز زراہ دور آواز یعنی کہ جہاں کا راہ دور ہے مگر اس الہام کے ماتحت تم جماعت کو لے کر اسی دور کی راہ کو

چلنے کو لگے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ خدا کرے یہ معنی درست ہو مگر ہمارا کام یہ ہے کہ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھیں اور قریانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں یہ بہت اچھا ہے اس سے کہ اسی امید میں بچنے رکھیں جو بعد میں پوری نہ ہوں اور ناکام ہونے کے قریب کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے دن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حضرت مصلح موعود کی اپنی دستخطی چھپی تحریک جدید کے دس سالہ جوا دس حصہ لینے والوں کے نام ارسال ہوگی

جماعت اللہ میں عموماً اور جہاں جہاں نریک جہاں میں خصوصاً غیر نہایت خوشی اور ملی مسرت کیا تو منی جائیگی کہ تحریک جدید کے ان نمائندوں کے لئے جنہوں نے تحریک جدید کے ہمارے ہمتیوں اور سال قربانی کی ہے ان کے واسطے یہ خط مصلح موعود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کی درخواست پر ازراہ شفقت و تواضع اپنی دستخطی ارسال کرنا منظور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ احباب کرام کو مبارک کرے۔ آمین۔

”فنا نش مکرزی تحریک جدید“ ان تمام احباب کے جو اسم مارچ تک اپنے وعدے پورے کر چکے یا اسم می تک پورے کر کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستخط کر چکے ارسال کرے گا۔ ان دوستوں کو جن کے وعدے تاحال پورے نہیں ہوئے ابھی سے اس جہد جہد میں مصروف ہونا چاہئے کہ وہ اسم می کا دن آتے پہلے اپنے رکیز سو فیصدی وعدہ پورا کر چکے ہوں تاکہ ان کا نام الساجد الاولیٰ کی دوسری فرست میں دعا کے لئے حضور کے پیش کیا جائے۔ یہاں ان کے لئے ان کا اس سال صاحب شہی کے حضور کے دستخط بھی کر لئے جاسکیں۔ اسی طرح ان احباب کی خدمت خواہش اور دینی تڑپ بھلا پوری ہو جائے گی۔ ہر خدا کے مصلح موعود کے دستخط مبارک اپنے پاس رکھنے کے آرزو مند تھے۔

یاد رہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دستخطی تحریک صرف ان کو ارسال کی جائے گی۔ اس سال کے سے دس سالہ جہد پورا وصول ہو گیا۔ ہر جن کے ذمہ کسی سال کا ایسا یا کوئی سال کا خیال ہوگا انہیں حضور کی دستخطی چھپی نہیں ارسال کی جائیگی پس دوست نہ صرف سال دم کا چندہ ہی اسم می سے پہلے پہلے داخل فرماویں تاکہ تحریک جدید کے تبلیغی مرکزی لشکر کی تضرع وقت

ان احباب کی خدمت خواہش اور دینی تڑپ بھلا پوری ہو جائے گی۔ ہر خدا کے مصلح موعود کے دستخط مبارک اپنے پاس رکھنے کے آرزو مند تھے۔ یاد رہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دستخطی تحریک صرف ان کو ارسال کی جائے گی۔ اس سال کے سے دس سالہ جہد پورا وصول ہو گیا۔ ہر جن کے ذمہ کسی سال کا ایسا یا کوئی سال کا خیال ہوگا انہیں حضور کی دستخطی چھپی نہیں ارسال کی جائیگی پس دوست نہ صرف سال دم کا چندہ ہی اسم می سے پہلے پہلے داخل فرماویں تاکہ تحریک جدید کے تبلیغی مرکزی لشکر کی تضرع وقت